مختار بن ابی عبید الثقفی

از

(ڈاکٹر خورشید احمد فارق ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

(۶)

اس عسکری ناکامی کو مختار نے ایک اعلیٰ ڈپلومیٹک کامیابی میں بدلنے کی تدبیر کی جس سے ایک طرف کوفہ کے شیعوں کی وفاداری گاڑھی ہوئی، دوسری طرف ابن الحنفیہ کی نظر میں اس کی شیفتگی اہل بیت اور اس کا اخلاص مبرہن ہوگیا، ابن الحنفیہ کو اس نے لکھا: میں نے آپ کے پاس ایک لشکر بھیجا تھا آپ کے دشمنوں کو سرنگوں کرنے اور ملک حجاز کو آپ کے لئے فتح کرنے، یہ لشکر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا تو ملحد کی فوج اس سے آملی اور باوجود عہد و پیمان مصالحت اس کے ساتھ مکاری کی، اور بے خبری میں اچانک حملہ کرکے اس کو تباہ کردیا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں اہل مدینہ کے پاس بھاری لشکر روانہ کردوں اور آپ اس کے پاس اپنے نمائندہ بھیج دیں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں آپ کا مطیع ہوں نیز یہ کہ آپ کے حکم سے میں نے ان کے پاس اپنا لشکر بھیجا ہے اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ملحد و ظالم خاندان زبیر کے مقابلہ میں یہ لوگ آپ کے اور اہل بیت کے زیادہ حق شناس قدر داں اور دوست ہیں"۔ ابن الحنفیہ نے یہ جواب دیا جس کی غالباً مختار کو پہلے سے توقع تھی اور جو اس کی حسب منشاء تھا "تمہارا خط میں نے پڑھا اس سے معلوم ہوا تمہارے دل میں میرے حق کی کس قدر عظمت ہے اس کی خاطر جو عملی قدم تم نے بڑھایا اور میری خوشنودی کے لئے جو لائحہ عمل تم اختیار کرنا چاہتے ہو اس کا مجھے خوب احساس ہو گیا لیکن

ل طبری ۷/۱۳۵، انساب ۵/۲۰۴

مجھے صرف وہ کام پسند ہیں جن سے خدا کی اطاعت ہو اس لئے جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرو ظاہری و باطنی تمام امور میں۔ تم کو معلوم ہو کہ اگر میں لڑنا چاہتا تو بہت سے مددگار میرے پاس جمع ہو جاتے لیکن میں نے ان سے کنارہ کشی کر لی ہے اور اس وقت تک صبر سے حالات کا مطالعہ کرتا ہوں۔ جب تک خدا میرے حق میں فیصلہ فرما دے وہ بہترین منصف ہے۔"

مختار نے مصلحتاً اس خط کو شیعوں کے سامنے نہیں پڑھا اس میں جنگ و قتال سے بیزاری ظاہر کی گئی تھی، ممکن تھا اور بہت ممکن کہ شیعے اس کو سن کر خود بھی جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے یا کم از کم ان کے حوصلے پست ہو جاتے اس لئے اس نے اپنی الہامی شان کو کام میں لاکر ان مبہم لیکن خوش آیند الفاظ سے ان کو مطمئن کر دیا: "مہدی نے مجھے ایسی پالیسی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے جس سے نیکی و خوش حالی پھیلے گی اور کفر و بے وفائی کا بیج مارا جائے گا۔

ابن الحنفیہ سے اس کی ڈپلومیٹک وفاداری کی ایک مثال اور پیش کر کے ہم اس باب کو ختم کر دیں گے اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ خاندان زبیر اور علی میں بڑی رقابت تھی جو دشمنی کی حد تک پہنچ گئی تھی ۶۴ھ میں جب ابن زبیر نے خلافت کا دعوی کیا تو مکہ و مدینہ کے سب لوگوں نے ان کی بیعت کر لی صرف خاندان علی کے افراد باز رہے۔ ابن الحنفیہ اور ابن عمر نے یہ عذر کیا کہ جب تک سارے مسلمان متفقہ طور پر بیعت تسلیم نہ کرلیں گے ہم بیعت نہ کریں گے[۱]۔ مصنف مروج الذہب نے عمر بن شبہ کی روایت نقل کی ہے کہ چالیس دن تک ابن زبیر نے اپنی تقریروں میں رسول اللہ پر درود نہیں بھیجی اور اس کی وجہ یہ پیش کی کہ اس سے اہل بیت کے پندار خاندانی میں اضافہ ہوتا ہے اور غرور سے ان کی گردنیں تن جاتی ہیں۔ ایک بار ابن عباس کی ابن زبیر سے جب ملاقات ہوئی تو موخر الذکر نے کہا: "تم لوگوں کو میرے خلاف بھڑکاتے ہو اور میرے بخل کا پروپگنڈا کرتے ہو" ابن عباس نے کہا! بے شک میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ہے۔ وہ مسلم نہیں جس کا پیٹ بھرا رہے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے ابن زبیر نے چیں بہ جبیں ہو کر کہا: "اے اہل بیت میں چالیس سال سے تمہاری نفرت دل میں چھپائے ہوئے ہوں[۲] ایک موقع پر ابن زبیر

[۱] انساب ۱۸۸/۵ [۲] حاشیہ تاریخ کامل ۱۶۳/۶

سے تقریر کرتے ہوئے حضرت علی پر لعن طعن کی تو محمد بن الحنفیہ کو بہت غصہ آیا اور انھوں نے جوابی تقریر میں خاندان زبیر پر خوب آوازے کسے[۱]۔

مختصر یہ کہ دونوں خاندانوں میں دشمنی تھی اور بسبب مادی اقتدار و سیاسی قوت تھا، یزید و مروان کے انتقال کے بعد جب ابن زبیر کی خلافت مستحکم ہوگئی تو انھوں نے بنو ہاشم اور ابن الحنفیہ کو اپنی بیعت کے لئے مختلف قسم کے دباؤ سے مجبور کرنا شروع کیا۔ ابن الحنفیہ نے بیعت نہ کی اور اس بات پر مصر رہے کہ جب تک سب مسلمان ایک خلیفہ کی بیعت نہ کرلیں گے میں بیعت نہ کروں گا۔ ابن زبیر جن کو خود رسول اللہ کے قربِ خاندانی کا زعم (یہ حضرت خدیجہ کے بھتیجے اور حضرت عائشہ کے بھانجے تھے) اور اپنی عبادت کا غرہ تھا اس بات کو گوارا نہ کرسکے کہ ایک بارسوخ خاندان پایۂ سلطنت میں ان کی وفاداری سے باہر ہو۔ ابن زبیر کی تہدید آمیز تقریریں اور دوسرے اقتصادی دباؤ جب ناکام ہوئے تو انھوں نے ابن الحنفیہ اور ان کے خاندان کو بقول طبری زمزم میں اور بقول بعض شعب علی میں نظر بند کردیا اور ایک مہلت مقرر کی کہ اگر اس میں انھوں نے بیعت کرلی تو خیر ورنہ قتل کرکے جلادئے جائیں گے۔ لکڑی کا ایک بڑا انبار اس دھمکی کو مؤثر بنانے کے لئے جمع کردیا گیا۔ ابن الحنفیہ کے ساتھ کوفہ کے ستر شیعے بھی تھے جو ان کی خدمت میں رہتے تھے۔

ابن الحنفیہ نے تین خفیہ قاصدوں کے ہاتھ ایک خط بھیج کر مختار کو آنے والی تباہی کی خبر دی مختار بہت خوش ہوا اس کے ہاتھ ابن الحنفیہ اور شیعوں سے اپنی ڈپلومیٹک وفاداری جتانے کا نہایت عمدہ موقع آیا، جامع مسجد میں عام جلسہ منعقد کیا گیا، ابن الحنفیہ کا حزن انگیز خط جس میں انھوں نے ابن زبیر کی بدسلوکی کی تفصیلات لکھی تھیں اور آخر میں شیعوں سے اپیل کی تھی کہ پہلے کی طرح اہل بیت کے ساتھ بے وفائی نہ کریں پڑھ کر سنایا اس کے بعد اشتعال انگیز تقریر کرتے ہوئے کہا: "یہ تمہارے مہدی اور تمہارے نبی کے خاندان کے بہترین فرد کا خط ہے ان کو نظر بند کردیا

[۱] مروج الذہب، حاشیہ کامل ۲/۱۶۴

دگیا ہے جس طرح بھیڑوں کو باڑہ میں بند کر دیا جاتا ہے اور یہ منتظر ہیں کہ رات یا دن میں کسی وقت ان کو قتل کر کے جلا دیا جائے گا، میں ابو اسحاق نہیں اگر ان کی مدد کا حق ادا نہ کر دوں اگر ان کے پاس رسالوں کا پیہم سیلاب نہ بھیج دوں یہاں تک کہ ابن کاملیہ یعنی (ابن زبیر) کو تباہی آ پکڑے۔"

چار ہزار شیعہ مکہ جانے کے لئے تیار ہو گئے لیکن مختار کا مقصد نہ تو حجاز جیسے بے آب و گیاہ ملک میں اتنی بڑی فوج بھیج کر اس کے بھاری مصارف برداشت کرنا تھا نہ وہ ابن زبیر سے باقاعدہ عسکری مقابلہ کرنا چاہتا تھا اس کے سامنے زیادہ اہم اور خوفناک دشمن تھے اس کا مقصد ابن الحنفیہ کو قید سے نکال کر حفاظت کی جگہ منتقل کرنا اور شیعوں پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ پوری طرح ابن الحنفیہ اور اہل بیت کا وفادار ہے اور اس طرح خود ان کی عقیدت و وفاداری حاصل کرنا تھا۔ بتصریح طبری اس نے پہلے ستر بہادروں کا ایک دستہ روانہ کیا، اس کے پیچھے چار سو کا پھر سو سو کے دو، پھر چالیس کے دو اور ابن الحنفیہ کو لکھا کہ فوج کا ایک زبردست سیلاب آپ کی مدد کو آ رہا ہے۔ مکہ کے قریب تین دستے متحد ہو گئے اور ڈیڑھ سو کی جمعیت کے ساتھ اچانک کعبہ پر دھاوا کر دیا ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے جن کا نام انھوں نے کافر کوب رکھا تھا تلوار ہاتھ میں لے کر خانہ کعبہ میں داخل ہونا مختار کو منظور نہ تھا گو کہ وہ پوری طرح مسلح تھے وہ جسموں پر زرہ بکتر اور تلواریں زیر قبا چھپائے ہوئے تھے۔ کافر کوب سے یا لثارات الحسین (یعنی حسین کا بدلہ لینے) کے نعرے لگاتے وہ زمزم کے اس باڑہ پر پہنچے جہاں ابن الحنفیہ مع اپنے خاندان کے مقید تھے۔ انھوں نے ابن الحنفیہ سے "دشمن خدا ابن زبیر" سے لڑنے کی اجازت مانگی، انھوں نے رد کیا اور کہا خانہ کعبہ میں لڑنا جائز نہیں ہے۔ ابن زبیر نے جن کا ہیڈ کوارٹر خانہ کعبہ تھا نفرت سے کہا کیا تم لوگ اس خیال خام میں ہو کہ میں ابن الحنفیہ یا اس کے ساتھیوں سے بیعت لئے بغیر چھوڑ دوں گا؟ رسالہ کے کمانڈر نے نہایت درشتی سے کہا "تم کو چھوڑنا پڑے گا ورنہ تلواریں نیام سے نکل آئیں گی"۔ اس کے بعد طرفین میں کافی بدکلامی ہوئی، ابن الحنفیہ نے اپنے لوگوں کو روک لیا، اس کے بعد چار سو جانبازوں کے تین دستے بہت سا روپیہ لئے ہوئے آ گئے اور مسجد کعبہ میں داخل ہو کر یا لثارات الحسین کے خوب نعرے لگاتے۔ ابن زبیر ڈر گئے۔ ابن الحنفیہ

ؔ طبری ۶/۱۳۶ ؎ مروج الذہب حاشیہ ۱۵۸/۶ تاریخ کامل نے لکھا ہے کہ مختار نے آٹھ سو سواروں کے رسالے م

کی مدد کے لئے پے درپے رسالے چلے آرہے تھے ان لوگوں نے ابن الحنفیہ اور گھروالوں کو قید سے نکالا اور ابن زبیر کو گالیاں دیتے ہوئے مکہ سے باہر ایک گھاٹی میں جس کا نام شعب علی تھا قرنمہ کر گئے ابن الحنفیہ کے پاس مختار کا بھیجا ہوا بہت سا روپیہ آگیا تھا اس لئے ان کے پاس چار ہزار عرب جمع ہو گئے اور یہ روپیہ انھوں نے ان لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ مروج الذہب کے مصنف نے لکھا ہے یہ لوگ جو کوفہ سے ابن الحنفیہ کی مدد کو آئے شیعہ کیسانیہ کے نام سے مشہور ہیں یعنی یہ ابن الحنفیہ کی امامت کے قائل ہیں، یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ ابن الحنفیہ امام ہیں فرقہ کیسانیہ کے دو گروہ ہو گئے ان میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ صرف مرتے وقت تک امام تھے دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ وہ مرے ہی نہیں اور جبال رضوی میں چھپے ہوئے ہیں۔ یہ گروہ ان تمام باطنی شیعی تحریکوں کا سرچشمہ ہے جن سے مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ بھری ہوئی ہے۔ اور جنھوں نے ان کی مذہبی وحدت کو مسخ کر دیا ہے۔

مشہور ادیب اصمعی (متوفی ۲۱۳ھ) نے ابو عمرو بن علاء (دوسری صدی ہجری کا محقق لغت و تاریخ عرب متوفی ۱۵۴ھ) کی یہ روایت نقل کی ہے "ابن الحنفیہ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا (غالباً زمزم کی قید کے بعد) تو مختار نے کہا: "مہدی کی علامت یہ معجزہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان پر تلوار کا وار کرے تو ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے" ابن الحنفیہ کو جب اس رائے کی خبر ہوئی تو انھوں نے کوفہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور مختار سے ناراض ہو گئے مختار کا بہروپ اور علی بن حسین کے مشورہ کی صداقت کا ان کو یقین ہو گیا یہی وجہ ہے کہ مختار کے قتل کے بعد جب ابن عباس نے اظہار افسوس کیا اور اہل بیت کے انتقام کے لئے اس کو سراہا تو ابن الحنفیہ نے منع کرتے ہوئے کہا ہمیں اس کی حقیقت خوب معلوم ہے اس کے حق میں کوئی کلمۂ خیر زبان پر نہ لائیے۔"[14]

(ب) مختار کے تعلقات ابن زبیر کے ساتھ

عربوں کے دانشمند بادشاہ معاویہ (متوفی ۶۰ھ) نے مرتے وقت یزید کو وصیت کی تھی مجھے تمہارے خلاف صرف چار آدمیوں سے خطرہ ہے، حسین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمن بن ابی بکر

[13] مروج الذہب حاشیہ تاریخ کامل ۱۷۱/۶ [14] انساب ۲۶۶/۵

اور عبداللہ ابن زبیر، حسین کے بارے میں مجھے گمان ہے کہ اہل عراق یعنی کوفہ کے شیعہ اس کو نکالے بغیر یعنی طلب خلافت کے لئے انہیں مانیں گے اگر وہ خلافت طلب کرنے نکلے اور تمہارے قبضہ میں آجائے تو اس کو معاف کردینا، رہا ابن عمر تو وہ دقفِ عبادت ہے اور اگر خلافت آپ سے آپ اس کو مل جائے تو خیر ورنہ اس کے لئے جدوجہد نہیں کرے گا، رہا ابن ابی بکر سو اس میں نہ تو ذاتی اہلیت ہے نہ لوگوں میں اس کو رسوخ حاصل ہے جس کے بل پر وہ خلافت کی کوشش کرے الا یہ کہ آپ سے آپ اس کو مل جائے البتہ جو شیر کی طرح سینہ کے بل گھات میں بیٹھے گا اور لومڑی کی طرح تمہارے ساتھ چالیں چلے گا اور موقع پاتے ہی تم پر کود پڑے گا وہ ہے عبداللہ ابن زبیر پس اگر وہ ایسا کرے اور تمہارے قبضہ میں آجائے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کردینا الا یہ کہ تم سے مصالحت کی درخواست کرے اس صورت میں تم اس کی پیشکش صلح قبول کرلینا اور حتی الامکان اپنی قوم کا خون بہانے سے احتراز کرنا[1]

ابن زبیر کے والد زبیر (متوفی ۳۶ھ) ان چند ممتاز عربوں میں تھے جن کو حضرت عمر نے خلافت کے لئے نامزد کیا تھا زبیر نے خلافت حاصل کرنے کی لڑ کے اور بغیر لڑے ہر طرح کوشش کی لیکن نہ پاسکے، ان کے لڑکے عبداللہ دل میں یہ امنگ پالنے لگے حضرت حسن اور حسین کی طرح وہ بھی خلافت کے امیدوار ہوگئے، وہ حضرت خدیجہ کے بھتیجے حضرت عائشہ کے بھانجے اور حواریِ رسول کے لڑکے تھے ایک طرف اس قربتِ رسول پر اور دوسری طرف کثرتِ عبادت و دیانت پر انھوں نے اپنے استحقاقِ خلافت کی عمارت استوار کی، معاویہ کی عمر بھر وہ خاموشی سے اپنی غیر معمولی دیانت و زہد سے خلافت کے لئے رائے عامہ اپنے حق میں تیار کرتے رہے مکہ میں دو شخص ان کے مدمقابل تھے حضرت حسین اور عبداللہ ابن عمر اور ان میں سے ہر ایک کے طرفدار موجود تھے ابن زبیر نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ مسئلہ خلافت بذریعہ شوریٰ طے ہو اور جو رسول اللہ سے، قربت، عبادت، زہد اور صلاحیت میں افضل ہو اس کو خلیفہ بنایا جائے لیکن مخفی طور پر وہ مکہ مدینہ اور دوسرے اسلامی مرکزوں میں اپنی دعوت

---

[1] اخبار الطوال صفحہ ۲۲۸

پھیلاتے رہے۔ سنہ ۶۰ھ میں جب معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید نے خلافت سنبھالی تو ابن زبیر اپنی خلافت کے لئے سرگرم عمل ہو گئے یزید کے بُرے ڈھنگوں کا خوب پروپگنڈا کیا اور کرایا اس کی بیعت سے انکار کر کے خانۂ کعبہ میں مقیم ہو گئے اور اپنے لئے عائذ البیت اور مستجیر اللہ کے لقب اختیار کئے۔ سنہ ۶۱ھ میں واقعۂ کربلا پیش آیا اب انھوں نے موقع مناسب دیکھا اور اپنی خلافت کا اعلان کر دیا، ان کی عبادت و قرب رسول سے مکہ مدینہ کے لوگ متاثر تھے ان کی تحریک سے بنو امیہ کو مدینہ سے نکال باہر کیا گیا اور اہل مدینہ تلوار سے یزید کا مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگے، اس موقع پر ایک ہم عصر ابو حرۃ نے تعجب سے پوچھا "کیا اس لئے ہم نے آپ کا ساتھ دیا تھا: آپ مشورہ اور باہمی رضامندی سے خلیفہ بننے کی دعوت دیتے رہے اب آپ سے نہ اتنا صبر ہوا نہ آپ نے اصول انتخاب پر عمل کیا کہ ہم آپ کو خلیفہ منتخب کر کے آپ کی بیعت کر لیتے[1]

---

[1] عائذ البیت خانہ کعبہ میں پناہ لینے والا، مستجیر اللہ اللہ کی پناہ میں آ لینے والا انساب ۱۸۸/۵

ابن الحنفیہ اور ابن عمر نے ان کی بیعت نہیں کی نہ ان کی کسی لڑائی میں حصہ لیا، ابن عمر کہتے تھے میں اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا جب تک سارے مسلمان کسی ایک خلیفہ کی بیعت پر متفق نہ ہو جائیں (انساب ۱۸۸/۵) ایک موقع پر جب مصعب نے ان سے اس عدم تعاون کی شکایت کی تو انھوں نے کہا: میں نے عبد الملک کو (جو سنہ ۶۵ھ میں خلیفہ ہوا) خدا ترسی اور خلافت سے کنارہ کشی کا مشورہ دیا تو انھوں نے کہا کہ اگر ابن زبیر خلافت سے دست بردار ہو جائے تو میں بھی ایسا کروں گا اور مسئلہ خلافت بذریعہ انتخاب طے کرنے کے لئے تیار ہوں گا میں نے تمہارے بھائی کو لکھا تو انھوں نے جواب دیا کہ تم کو مسئلہ خلافت سے کیا تعلق تم دخل دینے والے کون ہو؟ (انساب ۱۹۵/۵)

ابن زبیر کے ایک ہم عصر علی بن زید نے کہا: اس میں شک نہیں کہ عبد اللہ بہت لمبی نمازیں پڑھتے تھے کثرت سے روزے رکھتے تھے، ان کی دادیاں، مائیں اور خالائیں نہایت عالی نسب تھیں لیکن ان میں چند ایسے صفات تھے جو خلافت سے میل نہ رکھتے تھے، وہ بخیل تھے .... اور اپنی رائے کے سامنے کسی دوسرے کی رائے کی قدر نہ کرتے تھے (انساب)

۱۹۶/۵ استیعاب حاشیہ اصابہ ۳۰۳/۲)

ایک دوسرے ہم عصر صحابی ابو برزہ (سلمی) نے یہ رائے ظاہر کی جو اس وقت کے اکثر سیاسی و مذہبی لیڈروں کے اصلی رجحانات و نفسیات کی آئینہ دار ہے: عربو! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے تم فقیر، ذلیل اور گمراہ تھے تم کو اللہ نے اسلام و محمدؐ کے ذریعہ بلندی عطا کی یہاں تک کہ تم کو فراخی و خوش حالی حاصل ہوئی جس سے تم بہرہ ور رہے ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت نے تمہارے باہمی تعلقات کو غارت کر دیا ہے، وہ جو شام میں ہے یعنی مروان طلب دنیا کے لئے لڑتا ہے اور اسی طرح وہ جو مکہ میں ہے یعنی ابن زبیر اور وہ لوگ بھی جن کو قرا (یعنی قرآن خواں) کہتے ہیں محض دنیا طلبی کے لئے لڑتے ہیں ہماری رائے میں تو بہت سے اچھے لوگ وہ ہیں جو عوام کے روپیہ سے اپنا پیٹ نہیں بھرتے جن کے کندھے ان کے خون کے بوجھ سے ہلکے ہیں۔[1]

سنہ ۶۴ھ میں عین اس وقت جب یزید کی فوجیں کعبہ پر آگ اور پتھر برسا رہی تھیں اور ابن زبیر مختار کی قیمتی مدد سے اپنے مقدور بھر مقابلہ کر رہے تھے یزید کا انتقال ہو گیا ربیع الاول سنہ ۶۴ھ محاصرہ اٹھا لیا گیا فوجیں شام لوٹ گئیں، حجاز، عراق، خراسان اور موصل وغیرہ کے گورنروں نے ابن زبیر کی خلافت تسلیم کر کے بیعت کر لی۔[2] لیکن شام کے اموی سرداروں نے مروان کو خلیفہ منتخب کیا سنہ ۶۴ھ میں مروان کے حمایتی قبیلوں اور ابن زبیر کے طرفدار قبیلوں میں بمقام مرج راہط ایک ہولناک جنگ ہوئی جس میں مروان فاتح رہا وہ چند ماہ خلیفہ رہ کر رمضان سنہ ۶۵ھ میں مر گیا اور اس کے لڑکے عبدالملک نے خلافت کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی، خلیفہ ہو کر اس نے ایک فوج ابن زبیر کی خلافت کا خاتمہ کرنے حجاز اور دوسری مختار کے تصرف سے کوفہ اور اس کے نہایت وسیع اور قیمتی ماتحت علاقے نکالنے عراق روانہ کی۔

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ مختار نے ابن زبیر کی بیعت اس شرط پر کی تھی کہ خلیفہ ہونے کے بعد اس کو سب سے اہم منصب عطا کریں گے، یہ اہم منصب غالباً عراق کی گورنری تھی لیکن ابن زبیر نے

[1] انساب ۱۹۶/۵

[2] انساب ۱۸۸/۵ استیعاب حاشیہ اصابہ ۳۰۳/۲

نہ صرف یہ کیا کہ سب سے اہم منصب نہیں عطا کیا بلکہ اس کی طرف سے بے اعتنائی برتی، ان کے خلیفہ بننے کے پانچ ماہ بعد تک وہ انتظار کرتا رہا لیکن ابن زبیر نے اس کو کوئی عہدہ نہیں دیا مجبور ہو کر اس نے اہل بیت کی تحریک چلانے کوفہ جانے کی ٹھانی اس کی کوفہ سے روانگی کے اسباب کے بارے میں دو روایتیں بیان کی گئی ہیں، طبری کے راوی کہتے ہیں کہ اس کو جب کوفہ کے شیعی بحران کا علم ہوا تو اپنے مقاصد کے لئے فضا سازگار تصور کر کے وہاں چلا گیا، مسعودی واصابہ کے راوی کہتے ہیں کہ وہ ابن زبیر کے نمائندہ کی حیثیت سے گیا تھا مسعودی کے الفاظ یہ ہیں: "جب ابن زبیر نے کوفہ پر ابن مطیع کو گورنر مقرر کیا اور مختار کو نہیں کیا تو (بطور چال) مختار نے ابن زبیر سے کہا کہ میں کوفہ میں ایسے لوگوں سے واقف ہوں جن کا لیڈر اگر ایک مہربان معاملہ فہم شخص ہو جائے تو ان کے ذریعہ آپ کے لئے ایک ایسا لشکر تیار کر سکتا ہے جس سے آپ شامیوں پر فتح حاصل کر لیں گے، ابن زبیر نے پوچھا وہ لوگ کون ہیں؟ تو مختار نے کہا بنو ہاشم کے طرفدار (شیعہ) ابن زبیر نے کہا جاؤ تم ہی وہ شخص ہو جاؤ اور اس کو کوفہ بھیج دیا۔[1]

انساب الاشراف بلاذری نے باختلافِ رُواۃ یہ دونوں روایتیں الگ الگ نقل کی ہیں میرا خیال ہے کہ دونوں روایتیں صحیح ہیں واقعہ میں فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی روایت اس کی روانگی کا سببِ اصلی ہے اور دوسری سببِ مصلحتی وہ یہ طے کر ہی چکا تھا کہ اہل بیت کی تحریک سے اس کو کامیابی حاصل کرنا ہے لیکن ابن زبیر سے اس کا اظہار کر کے اس کے لئے کوفہ جانا ممکن نہ تھا وہ باغی قرار دیا جاتا، اس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیتے اس لئے اس کے لئے ضروری تھا کہ ابن زبیر کو سبز باغ دکھا کر اس کے خیر خواہ کی حیثیت اختیار کر کے اس پُرآشوب شہر میں جانے کی اجازت طلب کرتا، وہاں پہنچ کر اس نے اہل بیت کے انتقام و خلافت کی تحریک سے کوفہ پر قبضہ کیا اور ابن زبیر کے گورنر ابن مطیع کو نکال دیا (جیسا کہ پہلے مذکور ہوا) اب اس کی پالیسی یہ قرار پائی کہ جب تک ممکن ہو سکے، جب تک اس کی وفاداری اہل بیت اور شیعوں کی نظر میں

[1] مروج حاشیۂ اصابہ ج ۱۵/۶ انساب الاشراف میں یہ دونوں روایتیں الگ الگ جگہ مذکور ہیں

مشتبہ نہ ہو وہ ابن زبیر کا وفادار، دوست یا کم از کم ماتحت بنا رہے گا، بنو امیہ اور آل زبیر کے مقابلہ میں وہ آخر الذکر کو دینی و خاندانی اعتبار سے شاید قابل ترجیح سمجھتا تھا اور شیعوں اور اہل بیت کی دشمنی کا مرکز بھی بنو امیہ تھے اس لئے ابن زبیر کی دوستی سے وہ اپنی ساری قوت بنو امیہ سے اہل بیت کی دشمنی نکالنے اور ان کی حکومت پر قبضہ کرنے پر صرف کرنا چاہتا تھا، اس کی نظر میں دشمن نمبر ایک بنو امیہ تھے۔

چنانچہ ابن مطیع کو نکالنے کے بعد اس نے متعدد خطوط ابن زبیر کو بھیجے جن میں شروع کے کئی خطوں کی صحیح ترتیب و سیاق سباق واضح نہیں ہے اور خطوط کی بجائے ان پر تلخیص خطوط کا اطلاق زیادہ برمحل ہے۔ پہلے خط کا خلاصہ یہ ہے "ابن مطیع نے آپ کی وفاداری ترک کرکے عبدالملک سے ساز باز شروع کردی تھی آپ عبدالملک کے مقابلہ میں ہم کو زیادہ محبوب تھے اس لئے ہم نے اس کو نکال کر کوفہ کی حکومت پر قبضہ کر لیا"[۱]

دوسرے خط کا مضمون یہ ہے "آپ کو میری خیر اندیشی کا اچھی طرح علم ہے، جس خلوص و شجاعت سے میں نے آپ کے دشمنوں سے جنگ کی تھی اس سے بھی آپ خوب واقف ہیں اور آپ کو وہ وعدے بھی یاد ہوں گے جن کو اس خدمت کے عوض پورا کرنے کا آپ نے ذمہ لیا تھا، پھر جب میں نے اپنا وعدہ اور عہد پورا کر دیا اور اپنی ذمہ داریاں پوری کوشش سے پایۂ تکمیل کو پہنچا دیں تو آپ نے بدعہدی کی اور اپنا وعدہ توڑ دیا اس کے نتیجہ میں آپ نے دیکھ لیا جو میں نے کیا تاہم اگر آپ اپنے عہد کو اب بھی پورا کر دیں تو میں آپ کی اطاعت کے لئے تیار رہوں اگر آپ میرا بھلا چاہیں گے تو میں بھی آپ کا بھلا چاہوں گا"[۲]

مختار کی وفاداری کی آزمائش کرنے کے لئے ابن زبیر نے ایک مخزومی سردار (عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام) کو گورنر کی حیثیت سے کوفہ بھیجا، مختار کے جاسوسوں نے جو مکہ اور مدینہ میں موجود تھے اس کارروائی کی اس کو اطلاع دی اور یہ بھی لکھا کہ نامزد گورنر کو سفر خرچ وغیرہ کے

---

[۱] انساب ۲۶۶/۵ میں تین نظر تاریخوں میں اس خط کا جواب نہیں ملتا [۲] یہ دونوں خط انساب الاشراف سے نقل کئے ہیں

لئے ابن زبیر نے صرف تیس ہزار درہم منظور کئے ہیں یہ کافی پریشان کن خبر تھی، اگر گورز کوفہ میں داخل ہو جاتا تو اس کی (مختار) پوزیشن سخت خطرہ میں پڑجاتی، شیعوں کو ابن زبیر سے اس کی سازباز کا علم ہو جاتا اور اہل بیت کی وفاداری کا جادو جس سے اس نے ان کو مسحور کیا تھا ٹوٹ پھوٹ جاتا اس نے آنے والی مصیبت سے چھٹکارا پانے کی ایک چال سوچی، اپنے عزیز زائدہ بن قدامہ کو ستر ہزار درہم دے کر جو اس رقم سے دوگنے تھے جو ابن زبیر نے اپنے نمائندہ کو سفرخرچ کے لئے دئے تھے کہا: یہ ستر ہزار لو اور کوفہ سے دور صحرا میں مکہ کوفہ کی راہ پر اس کو جا پکڑو، اپنے عقب میں پانچ سو آہن پوش سواروں کا ایک رسالہ مسافر بن سعید کی کمان میں مخفی رکھو، پھر اس سے کہنا کہ یہ روپیہ جو تمہارے سفرخرچ سے دوگنا ہے قبول کرو، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم نے سفر پر تیس ہزار خرچ کئے ہیں ہم ان کا تاوان تم پر ڈالنا نہیں چاہتے (یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بصورت واپسی ابن زبیر تاوان وصول کرلیں گے) یہ لو اور لوٹ جاؤ اگر وہ مان جائے تو خیر ورنہ عقب میں چھپا ہوا رسالہ اس کو دکھا دینا اور کہنا کہ ایسے ایسے سو رسالے اس کے پیچھے ہیں، ایسا ہی کیا گیا، پہلے نامزد گورنر نے کہا میں روپیہ نہیں لے سکتا، مجھے امیرالمومنین نے گورنر بنا کر بھیجا ہے اور میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا" لیکن جب زائدہ نے چھپا ہوا رسالہ بلایا تو نامزد گورنر ڈر گیا اور بولا اب تو بے شک میں معذور ہوں اور میرے لئے مناسب یہی ہے کہ لوٹ جاؤں "لاؤ روپیہ" روپیہ لے کر اس نے بصرہ کا راستہ لیا، ابن زبیر کو صورت دکھانے کی اس کو جرأت نہ ہوئی۔[1]

---

[1] پہلا خط صرف انساب الاشراف ۲۶۲/۵ نے مدائنی کی روایت سے نقل کیا دوسرا خط اور نامزد گورنر کا قصہ طبری اور انساب ۲۶۴/۵ دونوں میں موجود ہے دونوں کے راوی غالباً ایک ہیں طبری نے راویوں کے نام نہیں دئے انساب نے لفظ "قالوا" پر اکتفا کیا ہے الفاظ روایت دونوں کے اتنے ملتے جلتے ہیں کہ اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں کے راوی ایک ہوں گے پہلے خط کا راوی مدائنی ہے اس نے تصریح کی ہے کہ پہلے خط کو پڑھ کر ابن زبیر نے گورنر کو بھیجا تھا۔ اس کے برخلاف طبری کے راویوں کی رائے میں گورنر دوسرے خط کے بعد بھیجا گیا دونوں خطوں کے مضمون کے مقابلہ سے پہلے خط کے بعد آزمائش وفاداری کا اقدام زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے

نامزد گورنر کو دفع کرنے کے بعد مختار نے ابن زبیر کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی ایک نئی چال سوچی جو بلی کے پنجہ کی طرح بظاہر نہایت بے ضرر لیکن بباطن نہایت پرضرر تھی عبدالملک بن مروان کی فوجیں مدینہ کے نزدیک وادی القریٰ کے نخلستانوں میں فروکش ہو چکی تھیں اور حملہ کی تیاری میں مصروف تھیں؛ ابن زبیر کی فوجیں تعداد، ہتھیار اور صلاحیت کارکردگی کے اعتبار سے عبدالملک کی فوجوں سے اتنی ہی مختلف تھیں جتنا بنجر حجاز زرخیز شام سے؛ وہ ایک مضبوط ساتھی کے شدید محتاج تھے مختار نے لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن مروان نے حجاز پر چڑھائی کر دی ہے اگر آپ پسند کریں تو میں فوج بھیج کر آپ کی مدد کروں: ابن زبیر نے جواب دیا: اگر تم میرے وفادار ہو تو میں یہ ناپسند نہیں کروں گا۔ کہ تم ایک لشکر میرے ملک میں بھیج دو اور کوفہ کے لوگوں سے میری بیعت لے لو جب اس بیعت کی اطلاع مجھے ملے گی تب ہی میں تم کو سچا سمجھوں گا اور تمہارے ملک پر فوج کشی سے باز رہوں گا، تم جلد اپنا لشکر بھیجو اور اس کو ابن مروان کے مقابلہ کے لئے وادی القریٰ جہاں وہ فروکش ہے جانے کا حکم دو: مختار نے تین ہزار بہادروں کا ایک لشکر جس میں سات سو عربوں کے علاوہ سب موالی اور غلام تھے اپنے ایک وفادار ہمدانی سردار (شراحبیل بن ورس) کی قیادت میں وادی القریٰ کی بجائے سمت مدینہ روانہ کیا اور اس سے کہا کہ مدینہ پہنچ کر مجھے مطلع کرنا اور میرے احکامات کے منتظر رہنا، اسکیم یہ تھی کہ جب مدینہ پر قبضہ ہو جائے تو کوفہ سے مزید فوج کے ساتھ مدینہ کا ایک گورنر بھیجے گا اور ابن ورس کو ابن زبیر کا محاصرہ کرنے مکہ روانہ کر دے گا اور حجاز پر قابض ہو کر شام کے غنیم کا مقابلہ کرے گا ابن زبیرؓ جن کو معاویہ جیسے سیاسی دانا نے لومڑی کا لقب دیا تھا کب دھوکے میں آنے والے تھے، وہ مختار کی چالبازیوں سے خوب واقف تھے اور اس کی اسکیم کو تاڑ گئے تھے؛ انھوں نے مکہ سے عباس بن سہل کی کمان میں دو ہزار فوج مدینہ روانہ کی اور حکم دیا کہ راستہ میں جو عرب قبیلے ملیں ان کو جنگ میں شرکت کے لئے بلا لے۔ سپہ سالار کو ہدایت تھی کہ اگر مختار کی فوج اس کے احکامات

۱؎ طبری ۲/۱۴۴ مبرد نے کامل میں اس سے بہت مختلف واقعہ بیان کیا ہے۔ رغبۃ الامل ۲۰۶/۷

بجالائے تو خیر ورنہ کسی چال کے ذریعہ اس کو تباہ کردے ابن زبیر کی فوج مختار کی فوج سے رقیم میں ایک چشمہ ہے ملی عباس بن سہل نے ابن ورس سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا کہ "دشمن وادی القری میں حملہ کی تیاری کر رہا ہے میرے ساتھ چل کر اس کا مقابلہ کرو جیسا کہ ابن زبیر نے ہدایت کی ہے ابن ورس نے کہا مجھے مدینہ جانے کا حکم ہے وہاں پہنچ کر اپنے حاکم کو لکھوں گا اور ان کے حکم کے مطابق عمل کروں گا" ابن سہل اس صاحب لشکر کمانڈر کا باطن پاگیا، اس نے کہا بہت خوب آپ جیسا مناسب سمجھیں کیجئے" پھر اس نے ایک تباہ کن چال چلی، کچھ تحفے آٹا اور بکریاں ابن ورس کو تحفے میں بھیجیں اور یگانگت کا اظہار کیا، ابن ورس کا لشکر خوراک کی قلت کی وجہ سے بھوکوں مر رہا تھا، بکریاں اور آٹا پاکر فوجی بہت خوش ہوئے اور ہتھیار اتار کر بکریاں ذبح کرنے اور کھانا پکانے میں مصروف ہوگئے، ان کی عسکری تنظیم باقی نہ رہی اس وقت ابن سہل کے ایک ہزار بہادروں نے اچانک حملہ کر دیا ابن ورس کے غیر مسلح سپاہی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگ پڑے اور کاٹ دئے گئے، ابن ورس مارا گیا۔ مرنے سے پہلے وہ اپنے آدمیوں کو للکار کر کہتا تھا کہ اے خدائی فوجدارو آؤ ادھر آؤ میرے پاس آؤ، ان ناحق لڑنے والوں اور شیطان کے دوستوں کو قتل کرو بے شک تم ہدایت پر ہو یہ غدار ہیں نافرمان ہیں جو بچے ان میں سے اکثر بھوک پیاس سے راستہ میں مرگئے، معدودے چند تباہی کی خبر دینے کو نہ پہنچے، اس کا مختار پر جو اثر ہوا اور جس طرح اس نے اس کو ایک اول درجہ کی ڈپلومیٹک کامیابی میں بدلنے کی تدبیر کی ہم ابن الحنفیہ سے اس کے تعلقات کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔

مختار نے ابن زبیر کی تالیف قلب اور اس کی ممکن سزا سے بچنے کی ایک جو کوشش جو غالباً آخری کوشش تھی اور کی، وہ ابن زیاد کے مقابلہ کے لئے ایک زبردست فوج بھیجنے کی تیاری میں مشغول تھا اور گو کہ وہ کھل کر ابن زبیر کے سامنے دشمن کی طرح نہ آتا تھا ابن زبیر اس کی طرف سے بدظن ہوگئے تھے اور مختار کو یہ ڈر لگا رہتا تھا کہ مبادا وہ کوئی فوج اس کی سرکوبی کے لئے بھیج دیں۔ اور اس کو دو مورچوں پر لڑنا پڑے اس خطرہ کو وہ ابن زیاد سے نبٹنے تک اپنی

ڈپلومیسی سے ٹالنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے ایک خط ابن زبیر کو لکھا جس کے بعض حصے تاریخ میں زندہ رہ گئے ہیں میں نے کوفہ کو اپنا گھر بنا لیا ہے اگر آپ یہ گوارا کرلیں (یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کوفہ کا حکمراں ہوگیا ہے) اور دس لاکھ درہم کی مجھے منظوری دے دیں تو میں شام پر حملہ کردوں گا اور آپ کو اس مہم کی زحمت سے بچالوں گا[1] یہ خط پڑھ کر ابن زبیر آگ بگولا ہوگئے اور چیخ کر بولے "کب تک میں ثقیف کے اس جھوٹے سے مکر کرتا رہوں اور وہ مجھ سے مکر کرتا رہے گا پھر ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے

"وہ ننگے کولھوں والا ہے جس کا تعلق ثمود جیسے حقیر قبیلہ سے ہے، وہ غلام ہے اور دعوی کرتا ہے کہ معزز قبیلہ یقدم سے میرا تعلق ہے"

انھوں نے ایک نہایت سخت خط مختار کو لکھا جس میں کہا کہ میں ایک درہم کی منظوری تم کو نہیں دے سکتا۔

اس خط کے بعد مختار کو یقین ہوگیا کہ مصالحت سے ابن زبیر کے ساتھ نباہ ممکن نہیں ہے اور مصالحتی یا ڈپلومیٹک طریقوں سے کوفہ کی حکومت ان سے لینا اتنا ہی مشکل ہے جتنا پتھر سے تیل نکالنا، اس کے علاوہ اب اس کی پوزیشن بھی مضبوط ہوگئی تھی، شام کا خطرہ بڑی حد تک ختم ہوگیا تھا۔ اس کے سپہ سالار ابن اشتر نے ابن زیاد کی ساٹھ ہزار فوجوں کے ٹکڑے کرکے اس کا سر اتار لیا تھا اب اس نے یہی مناسب سمجھا کہ ڈپلومیٹک وفاداری کا نقاب اتار کر تلوار سونتے ہوئے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ابن زبیر کے سامنے آکھڑا ہو، چنانچہ اس نے ابن زبیر کی مخالفت کا پروپگنڈا برملا شروع کردیا اور اپنی وفاداریاں کلیۃً اہل بیت کی طرف منتقل کردیں۔

اس مخالفانہ پالسی کا مشاہدہ ہم اس طرز عمل میں کر چکے ہیں جو مختار نے ابن الحنفیہ کی حراست زمزم کے بعد اختیار کیا۔

(باقی آئندہ)

---

[1] انساب ۲۶۶/۵